امام ابومعشر سندیؒ صاحب المغازی

از

مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

صدر اسلام میں ہندوستان کے جن غلاموں اور ان کے خانوادوں نے اپنے علمی و دینی کارناموں کے باعث امامت و سیادت پائی اور صدیوں تک ان کے علم و فضل کی گرم بازاری رہی، ان میں امام ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنی صاحب المغازی متوفی سنہ ۱۷۰ھ رحمۃ اللہ علیہ کو خاص مقام و مرتبہ حاصل ہے۔

انھوں نے مرکز اسلام مدینہ منورہ میں ہوش کی آنکھ کھولی، بعض اصاغر صحابہؓ کی دید و زیارت کا شرف پایا، علمائے تابعین سے علم حاصل کیا، زندگی کا بیشتر حصہ یہیں بسر کیا، اور سیر و مغازی میں ایک اہم کتاب لکھی، جو بعد میں مدینہ منورہ کی دیگر کتب مغازی کی طرح اس موضوع کا مستند ماخذ قرار پائی، زندگی کے آخری دور میں خلیفہ مہدی عباسی کی دعوت پر بغداد آئے اور دس سال کے بعد یہیں انتقال کیا، دوسری اور تیسری صدی کے علمائے اسلام کی طرح وہ بھی حدیث و فقہ کے زبردست علماء اور حفاظ حدیث میں سے تھے، اسی کے ساتھ اخبار و احداث خصوصاً سیر و مغازی میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔[1]

امام ابومعشر کے تذکرہ نویسوں نے ان کے حالات زندگی کے بارے میں نہایت اختصار سے

[1] ابومعشر سندی مدنی کے معاصرین میں ایک اور صاحب علم ابومعشر کی کنیت سے مشہور تھے، جو بنی مالک بن زید مناۃ ابن تمیم سے تھے، ان کا نام زیاد ابن کلیب تھا، یوسف بن عمر کی امارت عراق کے زمانہ میں ۱۲۰ فوت ہوئے (معارف)

کام لیا ہے، ابن سعد متوفی سنہ ۲۳۰ھ نے طبقات میں، خلیفہ بن خیاط متوفی سنہ ۲۴۰ھ نے تاریخ میں، ابن قتیبہ متوفی سنہ ۲۷۶ھ نے المعارف میں، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی سنہ ۲۵۶ھ نے تاریخ کبیر میں، امام ابن ابی حاتم رازی متوفی سنہ ۳۲۷ھ نے کتاب الجرح والتعدیل میں، ابن ندیم موجود سنہ ۳۷۷ھ نے الفہرست میں اور ابوالفضل محمد بن طاہر ابن القیسرانی متوفی سنہ ۵۰۷ھ نے الانساب المتفقہ میں، امام ابومعشر کے متعلق چند سطریں لکھی ہیں، ان میں سے بعضوں نے صرف ایک دو سطر پر اکتفا کیا ہے، البتہ خطیب بغدادی متوفی سنہ ۴۶۳ھ نے تاریخ بغداد میں ان کے حالات نسبۃً تفصیل سے لکھے ہیں، اسی طرح حافظ ابن حجر متوفی سنہ ۸۵۲ھ نے تہذیب التہذیب میں، امام ذہبی متوفی سنہ ۷۴۸ھ نے تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال اور العبر فی خبر من غبر میں مزید باتیں بیان کی ہیں، مگر ان میں بھی حالات زندگی کم اور ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال و آراء زیادہ ہیں، بہر حال اس وقت امام ابومعشر کے بارے میں ان ہی کتابوں سے یہ معلومات پیش کی جارہی ہیں۔

نام و نسب اور ولاء باتفاق مورخین ان کا نام و نسب یہ ہے: ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنی ہاشمی، یا مولی بنی ہاشم یا مولی المہدی[1]، چونکہ مدینہ منورہ کی طرف نسبت مدنی اور مدینی دونوں سے ہوتی ہے، اس لیے ابن القیسرانی نے ان کو مدینی لکھا ہے[2]، جب کہ عراق کے شہر مدائن کی طرف نسبت مدائنی ہے۔

ان کے سندی النسل والاصل ہونے پر تمام تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے اور سب نے ان کو سندی کی نسبت سے یاد کیا ہے، ان کے صاحبزادے محمد بن ابی معشر جو نہایت ثقہ محدث اور امام ترمذی کے استاد ہیں، بیان کرتے ہیں:

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۱۸، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۱۷، تاریخ کبیر ج ۴ قسم ۲ ص ۱۱۴، المعارف ص ۲۲۰، کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ قسم ۱ ص ۴۹۳، الفہرست ص ۱۳۶، تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۷ وغیرہ [2] الانساب المتفقہ ص ۷۷۔

سنة ٣٦٩

٢. ابو الشيخ، الحافظ الحجة، عبد الله بن محمد بن جعفر بن حيّان الاصبهاني،
صاحب التصانيف، في سلخ المحرم (سنة ٣٦٩) وله خمس وتسعون سنة،
واول سماعه في سنة اربع وثمانين ومائتين ٢٨٤ من ابراهيم (م ٢٥١) ابن سعدان،
وابن ابي عاصم، وطبقتهما، ورحل في حدود الثلاثمائة، وروى عن ابي خليفة
وامثاله بالموصل وحران والحجاز والعراق، قال ابوبكر بن مردويه:
ثقة مامون، صنف التفسير والكتب الكثيرة في الاحكام وغير ذلك،
وقال الخطيب: كان حافظا ثبتا متقنا" وقال غيره: كان صالحا عابدا
قانتا ثقة كبير القدر (ص ٣٥٢ العبر ج ٢)

كان ابي سندياً اخرم مخياطاً[1]	میرے والد سندھی تھے، ان کا کان چھدا ہوا تھا، وہ درزی تھے۔

سندھ کے باشندوں میں کان چھدانے کا عام رواج تھا، اور وہ اس بارے میں عرب میں مشہور تھے، امام شعبی متوفی ۱۰۴ھ نے ایک موقع پر کہا ہے:

واحبب من رأيته يعمل بالخير	تم جس کو نیک کام کرتے ہوئے دیکھو اس سے
وان كان اخرم سندياً[2]	محبت کرو، اگرچہ وہ کان چھدا سندھی ہی ہو۔

عام سندھیوں کی طرح ابومعشر کا رنگ سیاہ تھا، ابومسہر کا بیان ہے:

كان ابومعشر اسود[3]	ابومعشر کا رنگ سیاہ تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ گورے تھے۔

اسی طرح سندھیوں میں عجمیت و لکنت عام تھی جس کی وجہ سے وہ حروف اور الفاظ کو صحیح مخرج کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے تھے، ابوعطا سندی کوفی متوفی بعد سنہ ۱۸۰ھ جیسا مشہور حماسی شاعر اپنی لکنت و لثغت کی وجہ سے صحیح تلفظ سے معذور تھا، اور جرادہ کو زرادہ، عج کو ز‌ز اور شیطان کو سیطان کہتا تھا، ابومعشر کی زبان میں بھی لکنت تھی، جس کی وجہ سے وہ بعض حروف و الفاظ صحیح طور سے ادا کرنے سے معذور تھے، ابن القیسرانی نے ان کے تلمیذ ابونعیم فضل بن دکین کا یہ قول نقل کیا ہے جس کو امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ اور میزان الاعتدال میں درج کیا ہے:

كان ابومعشر سندياً وكان رجلاً	ابومعشر سندھی تھے، ان کی زبان میں لکنت
ألكن وكان يقول: حدثنا محمد	تھی اور حدیث بیان کرتے وقت محمد بن کعب

[1] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۸۔ [2] طبقات ابن سعد ج ۶، ص ۲۴۸

[3] تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۲۷۔

بن قعب، يريد محمد بن كعب[1]	کہنا چاہتے تھے مگر محمد بن قعب کہہ دیتے تھے۔

ان کی یہی معذوری و مجبوری احادیث کی روایت کے سلسلہ میں صاف اور صحیح طور سے سند نہ بیان کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب بنی، جیسا کہ معلوم ہوگا۔

ابومعشر کے سندی، اخرم، الکن اور اسود ہونے کی ان تصریحات سے ان کا سندی الاصل ہونا بالکل واضح ہے، مگر ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال اور العبر میں ان کی نسبت "السندی المدنی" بیان کرنے کے باوجود ان کو گورا چٹا اور فربہ لکھا ہے، بلکہ العبر میں یہاں تک لکھ دیا ہے:

قيل له السندي من قبيل	لقب بالضد کے مطابق ان کو سندھی
اللقب بالضد[2]	کہا گیا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر نے ان کو "السندی المدنی" لکھنے کے باوجود لکھا ہے:

يقال ان اصله من حمير[3]	کہا گیا ہے کہ ان کی اصل یمن کے قبیلہ حمیر سے ہے۔

حالانکہ یہ اقوال جمہور مورخین کی تصریح کے خلاف ہیں، ابن القیسرانی نے ان کے سندی الاصل ہونے کو نہایت واضح طور سے بیان کر کے اس قسم کے احتمال کی گنجائش نہیں رکھی، وہ انساب و القاب کی تحقیق میں گہری نظر رکھتے تھے، ان کا بیان یہ ہے:

السندي والسندي والسندي	ان چار سندیوں میں سے پہلے کی نسبت سندھ
والسندي، الاول منسوب الى	کی طرف ہے، ان ہی میں سے ابومعشر مدنی
السند، منهم ابومعشر المديني	سندی مولی بنی ہاشم ہیں۔
السندي مولى بني هاشم[4]	

[1] الانساب المتفقہ ص ۷۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۷، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۲۹۔ [2] العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۲۵۹ [3] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۹ [4] الانساب المتفقہ ص ۷۷۔

ہمارے خیال میں امام ذہبی اور حافظ ابن حجر کے یہ اقوال ابومعشر کے بعد ان کے دو پوتوں حسین بن محمد ابن ابومعشر اور داؤد بن محمد بن ابومعشر کے عالی نسبی کے ادّعا کی وجہ سے ہیں، جس سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے دادا کا نسبی تعلق یمن کے شاہی خاندان حمیر یا بنو حنظلہ بن مالک سے ہے، وہ اپنا سلسلۂ نسب حضرت آدمؑ تک بیان کیا کرتے تھے اور ان کا اصل نام عبدالرحمٰن بن ولید بن ہلال تھا۔

ابومعشر کے بارے میں عالی نسبی کا دعویٰ

امام ابومعشر کے صاحبزادے محمد بن ابومعشر کا بیان گذر چکا ہے کہ میرے والد سندھی تھے، ان کا کان چھدا ہوا تھا، اور ان کا ذریعۂ معاش خیاطی تھا، باپ کے اس صاف و صریح قول کے مقابلہ میں ان کے دو بیٹوں ابوبکر حسین بن محمد بن ابومعشر اور ابوسلیمان داؤد ابن محمد بن ابومعشر نے الگ الگ دعوے کیے ہیں، خطیب بغدادی نے حسین ابن محمد ابن ابومعشر کا بیان نقل کیا ہے کہ میرے والد محمد ابن ابومعشر نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ میرے والد ابومعشر کا نام ان کے چرائے جانے سے پہلے عبدالرحمٰن بن ولید بن ہلال تھا، ان کو چوری کر کے مدینہ میں فروخت کیا گیا، اور بنی اسد کی ایک جماعت نے ان کو خرید کر نجیح نام رکھا، اس کے بعد وہ موسیٰ بن مہدی کی والدہ کے لیے خرید ے گئے (فاشتری لام موسیٰ بن المہدی) اور موسیٰ کی والدہ نے ان کو آزاد کر دیا، اس لیے ان کی میراث بنو ہاشم کو ملی اور دیت کی ذمہ داری حمیر پر رہی، اور میرے والد ابومعشر کہا کرتے تھے کہ وہ حنظلہ بن مالک کی اولاد سے ہیں، انھوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنا نسب نامہ حضرت آدمؑ تک بیان کیا کرتے تھے، اور یہ کہ میرے نزدیک بنی ہاشم کی ولاء اور غلامی بنی حنظلہ کے نسب سے زیادہ محبوب ہے۔[1]

یہ پورا بیان جمہور مورخین کے خلاف ہے جیسا کہ معلوم ہوگا، ابومعشر کو مدینہ منورہ میں پہلے بنی مخزوم کی ایک عورت نے خریدا، بعد میں مہدی کی ماں ام موسیٰ بنت منصور حمیریہ نے ان کی مکاتبت کی رقم

۱؎ تاریخ بغداد ص ۴۲۸۔

ادا کر کے آزاد کر دیا، اور حقِ ولاء اپنے لیے محفوظ رکھا، یہ عورت ام موسیٰ بن مہدی یعنی مہدی کے بیٹے موسیٰ الہادی کی ماں نہیں ہے، بلکہ ام موسیٰ اس کی کنیت قائم مقام نام کے ہے جو خود مہدی کی ماں ہے، موسیٰ بن مہدی کی ماں کا نام خیزران ہے، ام موسیٰ (خیزران) کے ابومعشر کو خریدنے کی صورت میں ان کی دیت حمیر کے ذمہ کیسے ہوگئی؟ خاص طور سے جب کہ وہ قبیلۂ حنظلہ بن مالک سے تھے جو قبیلۂ حمیر سے بالکل جدا قبیلہ ہے، ابومعشر انتہائی بچپن میں مدینہ منورہ لائے گئے، اس عمر میں اپنا نسب نامہ دو چار پشت تک یاد نہیں رہتا ہے چہ جائیکہ حضرت آدمؑ تک بیان کیا جائے، ان واقعات کے بے اصل ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے راوی کو اہل علم نے غیر ثقہ قرار دے کر اس سے روایت ترک کر دی ہے، اور وہ غیر ثقہ و متروکین میں شامل ہے، خطیب نے لکھا ہے:

ولم یکن بالثقۃ فترکہ	حسین بن محمد بن ابومعشر ثقہ نہیں تھے، اس لیے
الناس[1]	لوگوں نے ان سے روایت بند کر دی تھی۔

ان بے بنیاد دعووں کے مقابلے میں دوسرے بھائی داؤد بن محمد بن ابومعشر کا بیان قابل توجہ ہے:

حدثنی ابی ان ابا معشر کان	میرے والد نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ان کے
اصلہ من الیمن وکان سبی فی	والد ابومعشر کی اصل یمن سے ہے، اور وہ یمامہ
وقعۃ یزید بن المہلب بالیمامۃ	و بحرین میں یزید بن مہلب کے واقعہ میں گرفتار
والبحرین، وکان ابیض[2]	کیے گئے، اور وہ گورے تھے۔

اس قول کی تائید کے لیے قرائن پائے جاتے ہیں، یمن اور ہندوستان کے درمیان تجارتی تعلقات بہت قدیم تھے اور یمن کے حدود میں ہندیوں اور سندھیوں کی آبادیاں تھیں، عہد رسالت سے پہلے وہاں سندھیوں کا کافی زور تھا، ایک مرتبہ وہاں کے حکمراں سیف بن ذی یزن نے ایران کے بادشاہ کسریٰ سے شکایت کی

۱؎ تاریخ بغداد ج ۸ ص ۹۲ ۲؎ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۷۔

کہ میرے ملک پر سیاہ رنگ کے لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے، اس پر کسریٰ نے دریافت کیا:

فای السودان غلبوا علیها الحبشة	کن کالوں نے یمن پر قبضہ کیا ہے، حبشی
ام السند[1]	یا سندھی؟

دوسری روایت میں ہے کہ سیف بن ذی یزن نے اجانب کے غلبہ کا شکوہ کیا تو کسریٰ نے پوچھا:

ای الاغربة الحبشة	کن اجنبی لوگوں نے غلبہ کیا ہے، حبشی
ام السند[2]	یا سندھی؟

ایک بزرگ بیرزطن ہندی یمن میں تھے، جو بھنگ کے ذریعہ علاج کرنے میں مشہور تھے، اور عہد رسالت میں یا اس کے بعد مسلمان ہوئے[3]

ہمارا خیال ہے کہ امام ابو معشر کا خاندان سندھ سے نکل کر پہلے یمن کے اس علاقہ میں آباد ہوا جو یمامہ سے قریب تھا، اس زمانے کا بحرین اسی علاقہ میں تھا جو آج کل سعودی عرب کا منطقۂ شرقیہ کہلاتا ہے، آج کا بحرین اس سے دور واقع ہے، قدیم زمانہ میں اس کو اُوال کہتے تھے۔

مذکورۂ بالا قول میں اسی قدیم یمامہ و بحرین کے ایک واقعہ کا ذکر ہے، جس میں ابو معشر کی گرفتاری بیان کی گئی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سنہ ۹۶ھ میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب ازدی کو عراقین کی امارت دی، اس نے اشعث بن عبیداللہ ابن جارود کو بحرین کا امیر مقرر کیا، اور مسعود بن ابو زینب محاربی نے اس کے خلاف خروج کیا، جانبین میں مقابلہ ہوا، نتیجہ میں یزید بن مہلب کے امیر اشعث ابن عبیداللہ کو شکست ہوئی اور مسعود محاربی بحرین پر قابض ہو گیا[4]، داؤد بن محمد بن ابو معشر کے بیان کے مطابق سنہ ۹۶ھ کی اسی جنگ میں ابو معشر گرفتار کر کے مدینہ منورہ لائے گئے۔

---

[1] تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۱۸ [2] سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۶۳، کتاب التیجان ص ۳۰۲-۳۰۳، طبری ج ۲ ص ۱۱۶

[3] رجال السند والہند، طبع قاہرہ ص ۷۷۔ [4] تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱، ص ۳۲۲۔

غلامی، آزادی اور مدینہ منورہ میں مستقل سکونت

امام ابو معشر کا خاندان سندھ سے عرب میں کب، کہاں اور کیسے پہونچا، ان باتوں کے بارے میں یقینی معلومات نہیں ہیں، اگر ان کے پوتے داؤد کا بیان صحیح مان لیا جائے تو ان کا خاندان یمن کے اس علاقہ میں آباد تھا جو یمامہ اور بحرین کے قریب واقع تھا، اور وہیں ان کی پیدائش بھی ہوئی، سنہ ۹۶ھ میں وہ بچپن میں گرفتار کر کے مدینہ منورہ لائے گئے، اس وقت ان کی عمر کتنی تھی؟ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے مدینہ منورہ میں حضرت ابو امامہ ابن سہل بن حنیف متوفی سنہ ۱۰۰ھ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، اور ان کی ہیئت یاد رکھی، اور بقول امام ذہبیؒ حضرت سعید بن مسیب مدنی متوفی سنہ ۹۴ھ کا زمانہ نہیں پایا، ہمارا اندازہ ہے کہ ابو معشر آٹھ سال کی عمر میں سنہ ۹۶ھ میں یا اس کے بعد یہاں لائے گئے، اور ان کی پیدائش سنہ ۸۸ھ کے حدود میں ہوئی ہوگی۔

امام ابو معشر کی زندگی درحقیقت مدینہ منورہ آنے کے بعد شروع ہوئی، اس سے پہلے ان کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا ہے، ان کے سوانح نگاروں میں ابن سعد، ابن قتیبہ، ابن ابی حاتم رازی کا متفقہ بیان ہے:

وکان مکاتبا لامرأة من بنی مخزوم	ابو معشر بنی مخزوم کی ایک عورت کے مکاتب
فادّی وعتق واشترت ام موسیٰ	غلام تھے، اور انھوں نے مکاتبت کی رقم
بنت منصور الحمیریة ولاءه[1]	ادا کر کے آزادی حاصل کر لی اور ام موسیٰ بنت
	منصور حمیریہ نے ان کا حق ولا خرید لیا۔

ابن ندیم نے صرف یہ لکھا ہے: وکان مکاتبا لامرأة من بنی مخزوم[2] غالباً ان کا نام نجیح ان کی پہلی مولاة و مالکہ مخزومیہ نے رکھا تھا، عرب اپنے غلاموں کے نام نیک فالی کے لیے عطاء، افلح، یسار، نجیح وغیرہ رکھتے تھے، مکاتبت لغوی ایک خاص مقدار میں رقم ادا کرنے کی شرط پر آزادی، ابو معشر کی پختہ عمر کے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۱۸، المعارف ص ۲۲۰، کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ قسم ۱، ص ۴۹۳، تاریخ بغداد ج ۱۳

بعد ہوئی ہوگی، اور جوانی میں آزادی کے لیے جد وجہد کی ہوگی جس کے نتیجے میں ام موسیٰ بنت منصور حمیریہ نے مقررہ رقم ادا کرکے ان کو آزاد کر دیا اور حق ولاء اپنے لیے محفوظ رکھا، جو آگے چل کر خلیفہ مہدی کی فرمایش اور خواہش پر ابومعشر کے بغداد جانے اور درباری اعزاز پانے کا باعث بنا، ام موسیٰ بنت منصور حمیریہ کے بارے میں ابن حزم نے جمہرۃ انساب العرب میں لکھا ہے کہ ابوجعفر منصور نے اموی دور خلافت میں ام موسیٰ حمیریہ سے قیروان میں نکاح کیا تھا، جس کے بطن سے محمد المہدی اور جعفر الاکبر پیدا ہوئے، صورت یہ ہوئی کہ حضرت عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے خاندان کا ایک نوجوان افریقہ کے شہر قیروان پہونچا، جہاں اس نے ام موسیٰ حمیریہ سے شادی کی، اس سے ایک بچی پیدا ہوئی، کچھ دنوں کے بعد وہ جوان قیروان میں فوت ہوگیا، جب اس کی خبر عراق میں اس کے خاندان والوں کو ملی تو ابوجعفر منصور بچی کو لینے کے لیے قیروان گیا، وہاں پہونچنے پر معلوم ہوا کہ ام موسیٰ نے ایک خیاط (درزی) سے دوسرا نکاح کرلیا تھا، جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، اور وہ خیاط بھی انتقال کرچکا ہے، ام موسیٰ حمیریہ نہایت حسین وجمیل تھی، اس لیے ابوجعفر منصور نے اس سے نکاح کرلیا اور اس کے لڑکے کا نام طیفور رکھا، عباسی خلافت میں اس کو طیفور مولی المہدی کہنے لگے، حالانکہ وہ مہدی کا بھائی ہے اور ان دونوں کی ماں ام موسیٰ حمیریہ ہے[1]، اسی طیفور مولی المہدی کو ہارون رشید نے اپنے دور خلافت میں سندھ کی امارت دی تھی، اس وقت یہاں یمانیہ اور نزاریہ کی قبائلی عصبیت اور جنگ برپا تھی، جس کے فرو کرنے میں طیفور ناکام رہا[2]۔

ابومعشر ایام طفلی سے سن شعور تک بنی مخزوم کی ایک عورت کے غلام رہے اور پختہ عمری میں مکاتبت کے ذریعہ آزادی کی کوشش کی، اس درمیان میں ان کی مالکہ نے ان کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ کی، وہ بچپن ہی میں مدینہ منورہ کے فقہاء ومحدثین سے تحصیل علم اور کسب فیض کرنے لگے، اور ان میں دینی وعلمی کمالات کا ظہور ہونے لگا، حتیٰ کہ ان کی جوانی میں صالحیت وصلاحیت دیکھ کر اعیان واشراف کی نگاہیں ان کی طرف اٹھنے لگیں، اور عبداللہ

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۱ [2] رجال السند والہند ص ۲۳۳۔

ابن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس (بعد میں خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی) کی بیوی ام موسیٰ بنت منصور حمیریہ نے ابومعشر کی مکاتبت کی رقم ادا کرکے آزاد کر دیا اور ان کو اپنی ولاء میں لے لیا، اس کے بعد وہ یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ تحصیل وتکمیل میں لگ گئے۔

حضرت ابوامامہؓ کی زیارت اور تابعیت

امام ابومعشر نے آخری دس سال کے علاوہ پوری زندگی مدینہ منورہ میں بسر کی ہے کہ تحصیل علم کے سلسلہ میں کسی دوسرے شہر جانے کی تصریح نہیں ملتی ہے، ان کے تمام اساتذہ وشیوخ مدنی ہیں، جن میں سے اکثر نے براہ راست حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے کسب فیض کیا ہے، خود ابومعشر کو بچپن میں ایک صحابی حضرت ابوامامہؓ بن سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کی رویت ولقاء کی وجہ سے تابعیت کا شرف حاصل ہے، ان سے حدیث کی روایت تو نہ کرسکے مگر ان کی حالت وہیئت کی روایت کی ہے، خطیب بغدادی، امام ذہبی، حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے:

رأى ابا امامة بن سهل بن حنيف[1] ابومعشر نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف کو دیکھا ہے۔

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ اوس سے تھے، ان کی والدہ حضرت حبیبہؓ بنت ابوامامہ سعد بن زرارہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت تھیں، اور نانا حضرت ابوامامہؓ بنی نجار کے نقیب تھے، واقدی نے کہا ہے کہ ابوامامہؓ بن سہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے، آپ نے ان کا نام اور کنیت ان کے نانا کے نام وکنیت پر ابوامامہ سعد رکھا، انھوں نے اپنے والد حضرت سہلؓ بن حنیف، حضرت عثمانؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے، ابن سعد نے ان کو کثیر الحدیث اور ثقہ بتایا ہے[2]، خلیفہ بن خیاط نے تصریح کی ہے کہ حضرت ابوامامہؓ بن سہل ابن حنیف کی وفات سنہ ۱۰۰ھ میں واقع ہوئی[3]۔

[1] تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۲۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۶، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۹۔
[2] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۲ [3] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۴۲۳۔

ابو معشر نے اپنے بچپن میں حضرت ابو امامہؓ کو ان کے آخری زمانہ میں دیکھا، اس وقت ان سے استفادہ نہ کر سکے، البتہ ان کا حلیہ یاد رکھا، صاحبزادے محمد بن ابو معشر کا بیان ہے:

قال رأیت ابا امامۃ بن سھل بن حنیف شیخاً کبیراً یخضب بالصّفرۃ ولہ ضفیرتان وقد کان رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

والد ابو معشر نے کہا ہے کہ میں نے حضرت ابو امامہؓ بن سہل بن حنیف کو دیکھا ہے، وہ بہت بوڑھے تھے، زرد خضاب استعمال کرتے تھے، ان کے دو چوٹیاں تھیں، اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔

اور ان کے شاگرد محمد بن بکار کا بیان ہے:

قال رأیت ابا امامۃ بن سھل بن حنیف یخضب بالحناء ولہ وفرۃ[1]

ابو معشر نے بتایا ہے کہ میں نے ابو امامہ ابن سہل بن حنیف کو دیکھا ہے، وہ حنا کا خضاب لگاتے تھے، اور ان کے بال بڑے بڑے تھے۔

علمائے رجال و طبقات تابعیت کے لیے صحابی کی صحبت کے قائل ہیں، مگر قول اظہر یہ ہے کہ صحابی کا لقاء تابعیت کے لیے کافی ہے[2] اس قول کی بنا پر ابو معشر تابعی ہیں۔

تحصیل علم | ابو معشر نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے کو علم و فضل کی آغوش میں پایا، مدینہ منورہ اجلۂ تابعین اور سادات فقہاء و محدثین سے معمور و مشحون تھا، ہر گلی کوچہ میں حضرات صحابۂ کرام کے فیض یافتہ علماء و فقہاء تحدیث و روایت میں مشغول تھے، اور ائمۂ کتاب و سنت کے ساتھ اصحاب سیر و مغازی تعلیم و تدریس میں مشغول تھے، خاص طور سے فقہائے سبعہ مدنی علوم کے منتہی و مرجع تھے، یعنی حضرت سعید بن مسیبؒ

[1] تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۲۸۔ [2] جواہر الاصول ص ۱۰۶ طبع بیروت۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر، حضرت عروہ بن زبیرؓ، حضرت خارجہ بن زید بن ثابت، حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن ابن عوف، حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، حضرت سلیمان بن یسار رحمہم اللہ علم نبوت کے امین تھے، نیز اسی دور میں مدینہ منورہ میں حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر، حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر، حضرت حمزہ بن عبد اللہ بن عمر، حضرت زید بن عبد اللہ بن عمر، حضرت بلال بن عبید اللہ بن عمر، حضرت ابان بن عثمان، حضرت قبیصہ بن ذویب، حضرت اسمٰعیل بن زید بن ثابت رحمہم اللہ فقہ و فتویٰ اور حدیث میں درجۂ امامت رکھتے تھے[1] ان حضرات کے علاوہ مدینہ منورہ میں اور بہت سے ائمۂ علم و فضل اور ارباب صلاح اپنے اپنے حلقہ میں دینی و علمی خدمت انجام دے رہے تھے۔

ابو معشر نے صغر سنی ہی میں اس زمانہ کے مزاج و رواج کے مطابق اپنے مدنی ائمۂ فقہ و حدیث سے سماع و روایت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا، حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں تصریح کی ہے کہ ابو معشر نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی ہے[2] حضرت سعید بن مسیب کا وصال سنہ ۹۴ھ میں ہوا ہے، اس قول کی رو سے ابو معشر نے بچپن میں ان سے روایت کی ہے، مگر امام ذہبی نے لکھا ہے کہ ابو معشر نے ابن مسیب کا زمانہ نہیں پایا ہے[3] اور ابو معشر کے شیوخ حدیث میں حضرت ابو بردۃ بن ابو موسیٰ اشعریؓ بھی ہیں، جن کی وفات سنہ ۱۰۳ھ کے آخر یا سنہ ۱۰۴ھ کے شروع میں ہوئی ہے، اس وقت ابو معشر کی عمر چودہ پندرہ (۱۴، ۱۵) سال کی رہی ہوگی، اس عمر میں یا اس سے کم میں جمہور محدثین کے نزدیک ذکی الحس اور باشعور بچوں کی روایت صحیح مانی جاتی ہے، خطیب نے الکفایہ میں لکھا ہے:

وقال قوم الحد فی السماع خمس عشرۃ سنۃ، وقال غیرھم ثلاث عشرۃ، وقال جمھور العلماء

ایک جماعت نے کہا ہے کہ سماع حدیث کی حد پندرہ سال ہے، دوسروں نے کہا ہے کہ تیرہ سال ہے، اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ جس کی

[1] معرفۃ علوم الحدیث ص ۴۳، ۴۴۔ [2] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰۔ [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۶۔

يصح السماع لمن سنه دون ذلك — عمر اس سے کم ہو اس کا سماع بھی صحیح ہے،

وهذا هو عندنا الصواب [1] — ہمارے نزدیک یہی قول درست ہے۔

ان قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابومعشر نے صغر سنی ہی میں بحالت غلامی مدینہ منورہ کے علماء سے کسب فیض کی ابتداء کر دی تھی،

شیوخ و اساتذہ ابومعشر کے شیوخ و اساتذہ سب کے سب مدنی ہیں، امام مالک کی طرح ان کا بھی تحصیل علم کے سلسلہ میں مدینہ منورہ سے باہر جانا معلوم نہیں ہوتا ہے، مدینہ منورہ اس وقت علمائے تابعین اور ائمہ دین کا مرکز تھا، ان کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، مگر کتابوں میں چند حضرات کے نام کے بعد والکنا' وطائفہ وغیرہ کے الفاظ ہیں، ہم ذیل میں ان کے چند شیوخ کے نام پیش کرتے ہیں :

(۱) سعید بن مسیب قرشی مدنی متوفی سنہ ۹۴ھ' مدینہ کے فقہائے سبعہ کے سرخیل اور افقہ اہل الحجاز ہیں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، سعد بن ابی وقاص، حکیم بن حزام، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابوذر، ابو درداء، حسان بن ثابت، زید بن ثابت، عتاب بن اسید، عثمان بن ابی العاص، ابوموسیٰ اشعری، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، ام المومنین عائشہ، اسماء بنت عمیس، خولہ بنت حکیم، فاطمہ بنت قیس، ام سلیم، ام شریک رضی اللہ عنہم وعنہن وغیرہ سے روایت کی۔[2] حافظ ابن حجر نے لکھا ہے :

رأى ابا امامة بن سهل بن حنيف — ابومعشر نے حضرت ابوامامہؓ کو دیکھا ہے،

وروى عن سعيد بن المسيّب۔ — اور سعید بن مسیب سے روایت کی ہے۔

اور امام ذہبی نے لکھا ہے کہ

لم يدرك سعيد بن المسيّب۔ — ابومعشر نے سعید بن مسیب کو نہیں پایا۔

---

[1] الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۵۴ [2] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۸۴۔

(۲) ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری مدنی متوفی سنہ ۱۰۳ھ یا سنہ ۱۰۴ھ مشہور محدث و فقیہ ہیں، ان کا نام حارث یا عامر ہے، ایک قول ہے کہ کنیت ہی نام ہے، کثیر الحدیث عالم ہیں، ایک زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے، ابومعشر کے سب سے قدیم الوفاۃ استاذ ہیں، انھوں نے اپنے والد ابوموسیٰ اشعری، علی بن ابوطالب، حذیفہ بن یمان، عبداللہ بن سلام، اغر مزنی، مغیرہ بن شعبہ، ام المومنین عائشہ، محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عروہ بن زبیر، اسود بن یزید نخعی رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے[1]

(۳) محمد بن کعب قرظی مدنی متوفی سنہ ۱۱۷ھ اعلم بتاویل القرآن یعنی قرآن کی تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے، انھوں نے عباس بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، عمرو بن عاص، ابوذر غفاری، ابودرداء رضی اللہ عنہم سے روایت کی، بعض علماء کے نزدیک ان حضرات سے محمد بن کعب کی روایات مرسل ہیں، نیز فضالہ بن عبید، مغیرہ بن شعبہ، معاویہ ابن ابوسفیان، کعب بن عجرہ، ابوہریرہ، زید بن ارقم، عبداللہ بن عباس، انس بن مالک، عبداللہ بن عمر، براء بن عازب، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن یزید خطمی، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات سے روایت کی ہے[2]، محمد بن کعب سے ابومعشر کی جملہ مرویات ائمہ حدیث کے نزدیک معتبر ہیں۔

(۴) سعید بن ابوسعید مقبری مدنی متوفی سنہ ۱۱۷ھ والد کا نام کیسان ہے، بنو لیث کی ایک عورت کے غلام تھے، مدینہ منورہ کے قبرستان کے قریب قیام کی وجہ سے مقبری مشہور تھے، انھوں نے عائشہ، ام سلمہ، سعد بن ابی وقاص، ابوہریرہ، معاویہ بن ابی سفیان، ابوشریح، انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر، یزید بن ہرمز، عبداللہ بن رافع مولیٰ ام سلمہ، سالم بن عبداللہ مولیٰ النصریین، سعید بن یسار، عبداللہ بن قتادہ، اپنے والد ابوسعید، بھائی عباد بن ابوسعید وغیرہم رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے[3]، طبقات ابن سعد میں ہے کہ وہ سنہ ۱۰۰ھ میں عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں فوت

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۸ [2] ایضاً ج ۹ ص ۴۲۲ ، [3] ایضاً ج ۴ ص ۳۸۔

ہوئے[1]

(۵) نافع مولیٰ بن عمر مدنی ۱۱۷ھ، ایران کے شہر ابو شہر کے رہنے والے تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک غزوہ میں پایا تھا، انھوں نے اپنے آقا عبد اللہ بن عمرؓ، ابوہریرہؓ، ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ، ابوسعید خدریؓ، رافع بن خدیجؓ، ام المومنین عائشہؓ، ام المومنین ام سلمہؓ، عبد اللہ، عبید اللہ، سالم، زید ابنا عبد اللہ بن عمر، ابراہیم بن عبد اللہ بن حنین، منبہ بن وہب، قاسم بن محمد بن ابوبکر، عبد اللہ ابن ابوبکر، صفیہ بنت ابی عبید، سعید بن ابو ہند، مغیرہ بن حکیم صنعانی رضی اللہ عنہم کے علاوہ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے روایت کی ہے[2]

(۶) محمد بن قیس مدنی متوفی ۱۲۵ھ یعقوب قبطی کے غلام ہیں، کثیر الحدیث عالم ہیں، عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں قاضی تھے، انھوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرسل احادیث کی روایت کی ہے، نیز ابو صرمہ انصاری، عبد اللہ بن قتادہ، عمر بن عبدالعزیز، ابوبردہ بن ابوموسیٰ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن بن یزید بن معاویہ سے روایت کی ہے[3]، محمد بن قیس سے ابو معشر کی مرویات بھی محدثین کے نزدیک معتبر ہیں۔

(۷) محمد بن منکدر مدنی متوفی ۱۳۰ھ فقہائے حجاز میں احد الاعلام اور زبردست محدث و فقیہ ہیں، ان کا شمار سادات قراء میں ہے، انھوں نے اپنے والد منکدر بن ہدیر، چچا ربیعہ بن ہدیرؓ، ابوہریرہؓ، ام المومنین عائشہؓ، ابوایوبؓ، ربیعہ بن عبادؓ، سفینہؓ، ابوقتادہؓ، امیمہ بنت رقیقہؓ، مسعود بن حکم زرقیؓ، انس بن مالکؓ، جابر بن عبد اللہؓ، ابوامامہ بن سہل بن حنیفؓ، یوسف بن عبد اللہ بن سلامؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، سعید بن مسیب، عبید اللہ بن ابورافع، محمد بن کعب قرظی وغیرہ سے روایت کی ہے[4]

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۸۶ [2] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۱۲، ۴۱۵ [3] المعارف ص ۲۰۳ [4] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۷۳، ص ۴۷۴۔

ابن سعد نے ان کے شاگرد ابو معشر سندی سے روایت کی ہے کہ محمد بن منکدر کے والد نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے ایک ضرورت ہے، آپ میری مدد فرمائیے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے، اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں تم کو دے دیتی، ان کے جانے کے بعد ہی خالد بن اسد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دس ہزار درہم بھجوائے، اور انھوں نے یہ ساری رقم منکدر کے یہاں بھجوا دی، انھوں نے اسی وقت ایک ہزار درہم کی ایک باندی خریدی، جس کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے، ان میں سے ایک یہی محمد بن منکدر اور دوسرے دو بھائی ابوبکر بن منکدر اور عمر بن منکدر ہیں، فکانوا عُبّاد اھل المدینۃ اور یہ تینوں بھائی مدینہ منورہ کے عباد و زہاد ہوئے[1]

(۸) موسیٰ بن یسار مدنی مطلبی متوفی ـــــــھ مشہور عالم مغازی محمد بن اسحاق کے چچا اور قیس بن مخرمہ قرشی کے غلام ہیں، انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے، یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے، اور ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے[2]

(۹) ہشام بن عروہ بن زبیر اسدی مدنی متوفی ۱۴۵ھ نے حضرت عمرؓ کی زیارت کی ہے اور آپ نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا ہے، نیز سہل بن سعدؓ، جابر بن عبد اللہؓ اور انس بن مالکؓ کے دیدار سے مشرف ہوئے ہیں، انھوں نے اپنے والد عروہ بن زبیر اسدی، چچا عبد اللہ ابن زبیر، دونوں بھائی عبد اللہ بن عروہ، عثمان بن عروہ، چچازاد بھائی عباد بن عبد اللہ بن زبیر، ان کے بیٹے یحییٰ بن عباد، بیوی فاطمہ بنت منذر، عمر بن خزیمہ، عوف بن حارث بن طفیل، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ، محمد بن منکدر، وہب بن کیسان، صالح بن ابوصالح سمان، عبد اللہ بن ابوبکر بن حزم، عبدالرحمٰن بن سعد، محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی، محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباسؓ

[1] طبقات ابن سعد [2] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۷۷

وغیرہ سے روایت کی ہے[1]۔

(۱۰) موسیٰ بن عقبہ مدنی متوفی ۱۴۱ھ مولیٰ آل زبیر، صاحب المغازی، مدینہ منورہ کے فقیہ و مفتی تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ کا زمانہ پایا ہے، ام خالد بنت خالد اموعیہ صحابیہ سے روایت کی ہے، نیز اپنے نانا ابو حبیبہ مولیٰ زبیر، حمزہ بن عبداللہ بن عمرؓ، سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، اعرج، نافع بن جبیر، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؓ، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، کریب، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، محمد بن منکدر، عروہ بن زبیر، زہری وغیرہ سے روایت کی ہے، ثقہ محدث و فقیہ اور مغازی کے زبردست عالم و مصنف ہیں، امام مالک اپنے تلامذہ کو ان کی کتاب المغازی سے استفادہ کی تاکید کرتے تھے، اور اس کو اصح المغازی کہتے تھے، امام مالکؒ کا ایک قول یہ ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے کبر سنی میں یہ کتاب لکھی ہے اور دوسروں کی طرح اس میں اطناب و اکثار نہیں ہے، محمد بن طلحہ ابن طویل کا قول ہے کہ مدینہ منورہ میں ان سے بڑا مغازی کا عالم نہیں تھا[2]۔

(۱۱) محمد بن عمرو بن علقمہ لیثی مدنی متوفی ۱۴۴ھ نے اپنے والد عمرو بن علقمہ، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، عبیدہ بن سفیان، سعید بن حارث، ابراہیم بن عبداللہ بن حنین، عمر بن اکیمہ لیثی، محمد بن ابراہیم ابن حارث تیمی، واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ، خالد بن عبداللہ بن حرملہ، عبدالرحمٰن بن یعقوب، عمر بن حکم بن ثوبان، سعد بن سعید انصاری، یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب وغیرہ سے روایت کی ہے، امام مالکؒ نے موطأ میں ان سے روایت کی ہے، کثیر الحدیث تھے[3]۔

(۱۲) حمید بن زیاب مدنی متوفی ــــھ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور ان سے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے روایت کی ہے[4]۔

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۸ [2] ایضاً ج ۱۰ ص ۳۶۰، العبر ج ۱ ص ۱۴۲
[3] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۷۵ [4] تاریخ کبیر ج ۱ قسم ۲ ص ۱۱۰، کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ قسم ۲ ص ۲۲۱

فی الحال ابو معشر کے چند شیوخ و اساتذہ کے یہ نام سامنے آگئے ہیں جن میں اس دور کے مروجہ علوم و فنون کے کاملین اور نمایاں مقام کے مالک ہیں، تلاش و جستجو کے بعد ان میں بہت کچھ اضافہ ہوسکتا ہے۔

اصحاب و تلامیذ امام ابو معشر کے اصحاب و تلامیذ کا حلقہ بھی ان کے شیوخ و اساتذہ کی طرح بہت وسیع ہے، جن میں حفاظ حدیث، ائمہ جرح و تعدیل، اہل فقہ و فتویٰ اور اصحاب سیر و مغازی سب ہی شامل ہیں، چند حضرات کے نام یہ ہیں:

(۱) سفیان بن سعید ثوری، ابو عبداللہ کوفی متوفی ۱۶۱ھ امیر المومنین فی الحدیث، ابو معشر سے پہلے بصرہ میں فوت ہوئے۔

(۲) عبدالرحمٰن بن مہدی عنبری، ابو سعید بصری متوفی ۱۹۸ھ مولیٰ بنی عنبر یا مولیٰ بنی ازد، جرح و تعدیل کے امام ہیں۔

(۳) عبدالرزاق بن ہمام حمیری، ابو بکر صنعانی متوفی ۲۱۱ھ مولیٰ حمیر، صاحب المصنف۔

(۴) وکیع بن جراح، ابو سفیان کوفی متوفی ۱۹۶ھ، امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور امام شافعیؒ کے استاد ہیں۔

(۵) لیث بن سعد فہمی، ابو الحارث مصری متوفی ۱۷۵ھ مولیٰ بنی قیس، اصفہانی الاصل اور دیار مصر کے شیخ و عالم ہیں۔

(۶) سعید بن منصور، ابو عثمان خراسانی مکی متوفی ۲۲۷ھ صاحب السنن، ایک واسطہ سے امام بخاری کے استاد ہیں[1]۔

(۷) محمد بن عمر، ابو عبداللہ واقدی مدنی متوفی ۲۰۷ھ مولیٰ بنی اسلم، مشہور محدث و مورخ

---

[1] ان کے مفصل حالات ہماری کتاب آثر و معارف میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

اور بغداد کے قاضی ہیں۔

(۸) منصور بن ابی مزاحم بشیر، ابونصر ترکی بغدادی متوفی ۲۳۵ھ مولیٰ ازد۔

(۹) محمد بن بکار بن ریان ہاشمی، ابوعبداللہ متوفی ۲۳۳ھ مولیٰ بنی ہاشم، صحیح مسلم میں ان کی حدیثیں مروی ہیں۔

(۱۰) محمد بن سوار، سدوسی عنبری، ابوالخطاب بصری متوفی ۱۸۷ھ، ان کے واسطے سے امام ترمذی نے ابومعشر سے روایت کی ہے۔

(۱۱) بشیر بن ولید، ابوالولید کندی متوفی ۲۳۸ھ صاحب القاضی ابویوسف، احناف کے ایمۂ کبار میں سے ہیں، مہدی اور مامون کے دور میں قاضی تھے۔

(۱۲) عبداللہ بن مبارک حنظلی تمیمی، ابوعبدالرحمن مروزی متوفی ۱۸۱ھ مولیٰ بنی تمیم۔ شیخ الاسلام، ان کی کتاب الزہد والرقائق میں ابومعشر سے روایت موجود ہے۔

(۱۳) یزید بن ہارون، ابوخالد واسطی متوفی ۲۰۶ھ مولیٰ بنی سلیم، ثقہ وصالح حافظ الحدیث ہیں۔

(۱۴) عاصم بن علی، ابوالحسن واسطی متوفی ۲۲۱ھ مولیٰ بنی تیم، واسط میں انتقال کیا۔

(۱۵) عبداللہ بن ادریس اودی زعافری، ابومحمد کوفی متوفی ۱۹۲ھ، اہل مدینہ کے فقہی مسالک پر فتویٰ دیتے تھے۔

(۱۶) عثمان بن عمر عبدی، ابومحمد بصری متوفی ۲۰۸ھ، ایک قول کے رو سے بخاری الاصل ہیں۔

(۱۷) ہاشم بن قاسم، ابونصر لیثی بغدادی متوفی ۲۰۷ھ، اہل بغداد ان کے وجود پر فخر کرتے تھے۔

(۱۸) ہشیم بن بشیر، ابومعاویہ بن ابی حازم واسطی متوفی ۱۸۳ھ مولیٰ بنی سلیم ایک قول کے مطابق بخاری الاصل ہیں۔

(۱۹) ہوذہ بن خلیفہ، ابوالاشہب ثقفی بصری متوفی ۲۱۵ھ، امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔

(۲۰) انس بن عیاض، ابوحمزہ لیثی مدنی متوفی ۲۰۰ھ، نہایت ثقہ کثیر الحدیث عالم ہیں۔

(۲۱) فضل بن دکین، ابونعیم کوفی متوفی ۲۱۹ھ نے امام ابوحنیفہ سے بہت زیادہ روایت کی ہے۔

(۲۲) سلیمان بن داؤد، ابوالربیع زہرانی بصری متوفی ۲۳۴ھ بغداد میں قیام کرتے تھے۔

(۲۳) محمد بن مطرف، ابوغسان لیثی مدنی متوفی ۱۶۳ھ عسقلان میں رہتے تھے۔

(۲۴) حجاج بن محمد الاعور، ابومحمد مصیصی متوفی ۲۰۶ھ مولیٰ سلیمان بن مجالد، ترمذی الاصل ہیں، بغداد میں رہتے تھے، بعد میں مصیصہ چلے گئے تھے۔

(۲۵) محمد بن ابومعشر سندی، ابوعبدالملک بغدادی متوفی ۲۴۷ھ اپنے والد ابومعشر کے خاتمۃ الاصحاب ہیں[1]

(۲۶) علی بن مجاہد کابلی، ابومجاہد کندی متوفی ۱۸۰ھ صاحب کتاب المغازی مولیٰ کندہ۔

(۲۷) اسحاق بن قیس، طبری نے تاریخ میں اسحاق بن قیس عن ابی معشر کی سند سے متعدد واقعات بیان کئے ہیں۔

امام ابومعشر کے تذکرہ نویس علماء نے روی عنہ کے ذیل میں ان کے بعض تلامذہ کے نام لکھ کر وطائفۃ واٰخرون اور وغیرھم لکھ دیا ہے، سردست یہ چند نام سامنے کے ہیں ورنہ ان کے تلامذہ اور راویوں کی فہرست طویل ہے۔

(باقی)

[1] ان حضرات کے حالات کے لیے تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد، معارف ابن قتیبہ وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

امام ابومعشر سندیؒ صاحبُ المغازیؒ

از مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

(۲)

کوفہ میں امام اعمش سے ملاقات اور علمی گفتگو

ابومعشر ۱۶۱ھ میں خلیفہ مہدی کی دعوت پر بغداد گئے اور وہیں فوت ہوئے، اس سے پہلے کسی روایت سے ان کا مدینہ منورہ سے نکلنا معلوم نہیں ہوتا، البتہ اس درمیان میں ایک بار کوفہ میں امام اعمش (ابومحمد سلیمان بن مہران مولیٰ بنی کاہل المعروف بہ اعمش ۶۱ھ ـ ۱۴۸ھ) کی خدمت میں حاضر ہوکر ایک دینی و علمی گفتگو میں شریک ہوئے، امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ابومعشر کے تلمیذ سعید بن منصور کی زبانی ان کا بیان نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں اعمش کے پاس بیٹھا تھا، انھوں نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں اہل مدینہ میں سے ہوں، اس پر انھوں نے پوچھا کہ نبیذ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے ان کے جواب میں کہا:

حدّثنی نافع عن ابن عمر انّ	مجھ سے نافع نے بیان کیا کہ ابن عمرؓ نے کہا،
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
قال ما اسکر کثیرًا فقلیلہ حرام،	جو چیز زیادہ نشہ پیدا کرے اس کا کم بھی حرام ہے
وحدّثنی موسیٰ بن عقبۃ عن سالم	اور مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بھی سالم عن ابیہ سے
عن ابیہ مرفوعًا مثلہٗ [1]	اسی کے مثل بیان کیا ہے۔

[1] میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۲۹۔

امام اعمش اپنے زمانہ میں علی الاطلاق محدث اہل کوفہ تھے، بقول ابن مدینی انھوں نے کوفہ میں علم دین کو امت کے لیے محفوظ کیا ہے، اپنے اقران و معاصرین میں فہم قرآن، حفظ حدیث اور علم فرائض وغیرہ میں سب سے آگے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی رکاب تھامنے اور ان کی دعا لینے کا شرف رکھتے تھے، وہ دین ہی دین اور علم ہی علم تھے، امام ابومعشر نے ان کے سوال کا جواب جس حکیمانہ اور مؤدبانہ انداز میں دیا ہے، وہ ان کے تفقہ فی الدین اور بصیرۃ بالحدیث کی دلیل ہے، اپنی دو سندوں سے جو سلسلۃ الذہب کا درجہ رکھتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنادی جس میں مسکر کے بارے میں اصولی اور عام حکم ہے، نہ نبیذ کی حلت و حرمت کی بحث چھیڑی اور نہ اس کی کیفیت و کمیت کے بارے میں کوئی بات کی، امام اعمش بھی یہ جواب سن کر خاموش ہوگئے، اور ان کو معلوم ہوگیا کہ نبیذ کے بارے میں ابومعشر کا مسلک کیا ہے۔

خلیفہ مہدی کی دعوت پر بغداد میں قیام

معلوم ہو چکا ہے کہ امام ابومعشر بچپن میں غلام بن کر مدینہ منورہ آئے اور ایک مخزومیہ عورت کی غلامی کے بعد خلیفہ مہدی کی والدہ ام موسیٰ بنت منصور حمیریہ کی ولاء میں چلے گئے، جس سے آزادی کے بعد بھی ان پر ایک قسم کی پابندی تھی، اور ۱۶۰ھ تک جب کہ ان کی عمر ستر سال کے لگ بھگ تھی، یہیں متاہل زندگی بسر کی، صرف ایک بار کوفہ جانے کا ثبوت ملتا ہے، مگر آخری عمر میں مدینہ منورہ چھوڑ کر بغداد جانا پڑا، یا یوں کہیے کہ نسبت ولاء نے ابومعشر کو مدینہ منورہ کی مسند علم و فضل سے اٹھا کر بغداد کے قصر جاہ و حشم میں پہنچا دیا۔

خلیفہ مہدی نے سنہ ۱۶۰ھ میں حج ادا کیا، اس کے بعد مدینہ منورہ حاضری دی، اور اپنے حق ولاء کی بنا پر خواہش اور فرمائش کی کہ ابومعشر اس کے ساتھ بغداد چلیں اور دربار خلافت سے وابستہ لوگوں کو دینی تعلیم دیں، ساتھ ہی سامان سفر کی تیاری کے لیے ایک ہزار دینار پیش کیے، صاحبزادے محمد بن ابومعشر کا بیان ہے:

قدم المهدی بعد خلافته فی سنة ستین فاشخصه یعنی ابامعشر معه الی العراق وامرله بالف دینار وقال تکون بحضرتنا تفقه من حولنا فشخص ابومعشر معه الی مدینة السلام سنة احدی وستین [1]

خلیفہ مہدی سنہ ۱۶۰ھ میں مدینہ منورہ آیا، اور ابومعشر کو اپنے ساتھ لے گیا، ایک ہزار دینار پیش کرکے کہا کہ آپ ہمارے پاس رہیں گے اور ہمارے حلقہ کے لوگوں کو دینی تعلیم دیں گے چنانچہ ابومعشر سنہ ۱۶۱ھ میں مہدی کے ساتھ مدینۃ السلام (بغداد) چلے گئے۔

امام ذہبی اور حافظ ابن حجر نے بھی اختصار کے ساتھ یہی لکھا ہے[2]، ابومعشر نے مدینہ منورہ میں ہوش کی آنکھ کھولی، یہیں پروان چڑھے اور یہیں کے علما و مشایخ سے کسب فیض کرکے کہنا چاہیے کہ پوری زندگی یہاں کی دینی و علمی فضا میں بسر کی، اس مقدس سرزمین کے چپے چپے سے ان کو محبت تھی جس میں پیوند خاک ہونے کی تمنا ہر مسلمان کو ہوتی ہے، اس لیے مدینہ منورہ کی گلی کو چھوڑ کر بغداد کے قصر خلافت میں جانا بطیب خاطر نہیں تھا، بلکہ اپنے مولا و آقا مہدی کے حکم پر اس کے ساتھ بغداد کا سفر کیا اور دس سال کے بعد یہیں پیوند خاک ہوئے۔

یہ عجیب بات ہے کہ بغداد آنے کے بعد بھی ابومعشر کے حالات پردۂ خفا میں ہیں اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ مہدی کے دربار سے منسلک رہے بھی یا نہیں، البتہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں ان کے خاندان کو فتنۂ معاصرت سے سابقہ پڑا، جس سے ان کی اولاد نے احساس کمتری میں مبتلا ہوکر عالی نسبی کا دعویٰ کیا تھا۔

وفات ابومعشر کو عمر کی آخری منزل میں ترک وطن کرکے بغداد آنا پڑا، اس وقت ان کی عمر ستر سال کے لگ بھگ رہی ہوگی، یہاں چند ماہ کم دس سال زندہ رہ کر رمضان سنہ ۱۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۸ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۷، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۱۔

قیام بغداد کی یہ مدت پیرانہ ضعف و اضمحلال کی نذر رہی، حتیٰ کہ انتقال سے دو سال پہلے ہوش و حواس میں شدید تغیر پیدا ہوگیا تھا، محدثین کے نزدیک اس عمر کی مرویات معتبر نہیں مانی جاتی ہیں، ان کے شاگرد محمد ابن بکار کا بیان ہے:

کان ابومعشر تغیّر قبل ان یموت تغیّراً شدیداً حتّیٰ کان یخرج منه الریح ولا یشعر به [1]

ابومعشر انتقال سے پہلے شدید اختلال و تغیر میں مبتلا ہوگئے تھے، حتیٰ کہ بعض جسمانی حرکات کا احساس نہیں ہوتا تھا۔

اور خلیلی نے بیان کیا ہے:

وتغیّر قبل ان یموت بسنتین تغیّراً شدیداً [2]

ابومعشر انتقال سے دو سال پہلے سخت ذہنی اختلال میں مبتلا ہوگئے تھے۔

ابن سعد، خلیفہ بن خیاط، ابن قتیبہ، خطیب بغدادی اور بعد کے تمام تذکرہ نویسوں نے تصریح کی ہے کہ امام ابومعشر بغداد میں سنہ ۱۷۰ھ میں فوت ہوئے، خطیب نے محمد بن بکار کی روایت میں ماہ رمضان بھی لکھا ہے، یہ مہدی کے بعد ابوجعفر منصور کی خلافت کا ابتدائی دور تھا۔

ذاتی حالات اور ذکاوت و ذہانت امام ابومعشر کا بدن فربہ، رنگ سیاہ، اور ایک روایت کے مطابق گورا، اور زبان میں لکنت تھی، ذریعۂ معاش خیاطت یعنی کپڑے کی سلائی تھا، نہایت باوقار، مودب اور عابد و زاہد بزرگ تھے، ذکی الحس، فہیم اور فطین آدمی تھے، اس بارے میں مدینہ منورہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، دوسرے کمالات میں بھی بے مثل تھے، ان کے شاگرد ہشیم بن بشیر کا بیان ہے:

ما رأیت مدنیاً اکیس من ابی معشر وما رأیت

میں نے مدینہ کے کسی باشندہ کو ابومعشر سے زیادہ چالاک نہیں پایا، اور نہ کسی مدنی کو

---

[1] تاریخ بغداد ص ۴۲۹ ج ۱۳۔ [2] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۲۔

مدنیًا یشبهه [1]

ان کے مشابہ پایا۔

دوسرے شاگرد ابونعیم کا بیان ہے:

کان ابومعشر کیسًا حافظًا [2]

ابومعشر نہایت چالاک، معاملہ فہم اور حافظ حدیث تھے۔

حافظ ابن حجرؒ نے یہ دونوں اقوال تہذیب التہذیب میں بھی نقل کیے ہیں۔

لکنت اور ضعف حفظ

ذکاوت وکیاست کے باوجود ان میں دو غیر اختیاری کمزوریاں تھیں، اس لیے ان کو اپنی مرویات کی صحیح اور مستقیم سند کے ساتھ بیان کرنے میں دقت ہوتی تھی، ایک زبان میں لکنت وعجمیت، جس کی وجہ سے حروف اور الفاظ کو صحیح طور سے ادا نہیں کرسکتے تھے، مثلاً کاف کو قاف کہتے تھے، دوسری کمزوری ضعف حفظ کی تھی (سوئے حفظ کی نہیں) امام ترمذی نے کہا ہے:

وقد تکلّم فیه بعض اهل العلم من قبل حفظه [3]

بعض اہل علم (محدثین) نے ان کے حافظ میں کلام کیا ہے۔

اور امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے:

وکان من اوعیة العلم علی نقص فی حفظه [4]

ابومعشر حافظ میں نقص کے باوجود علم کا خزانہ تھے۔

اسی کے ساتھ انتقال سے دو سال پہلے شدید قسم کے ذہنی انتشار واختلال کا شکار ہوگئے تھے، اور اس دور کی روایات محدثین کے نزدیک معتبر نہیں مانی جاتی ہیں۔

حدیث وفقہ اور تفسیر ومغازی میں جامعیت

امام ابومعشر اپنے دور کے جملہ مدنی علوم وفنون کے جامع تھے، اور فقہ وفتوی، حدیث وتفسیر، سیر ومغازی اور اخبار وایام میں ممتاز

[1] کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ قسم ۱ ص ۴۹۴ [2] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۹ [3] جامع ترمذی باب ما جاء فی حث النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الہدیۃ۔ [4] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۶۔

مقام رکھتے تھے۔

تفقہ فی الدین کی شہرت ان کو بغداد لے گئی، اور خلیفہ مہدی نے اسی کی تعلیم کے لیے یہ کہہ کر اپنے پاس بلایا تھا:

تکون بحضرتنا فتفقّه من حولنا۔

آپ ہمارے یہاں رہیں گے اور ہمارے آدمیوں کو فقہ کی تعلیم دیں گے۔

ابن القیسرانی نے الانساب المتفقہ میں ان کا تذکرہ فقہاء میں کیا ہے [1]۔ اور امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں الفقیہ کے خطاب سے یاد کیا ہے [2]، ابن سعد نے ان کو کثیر الحدیث لکھا ہے [3]، ابن قتیبہ نے اصحاب الحدیث کے ذیل میں ان کا ذکر کیا ہے [4]، امام ذہبی نے حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، ان کے استاد محمد بن کعب قرظی اعلم بتاویل القرآن تھے، شاگرد بھی تفسیر کے مستند عالم ہیں، امام احمدؒ نے ان سے محمد بن کعبؒ کی تفسیری روایات لینے کا مشورہ دیا ہے، اسی کے ساتھ امام ابومعشر سیر ومغازی، اخبار واحداث میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں، امام احمدؒ نے فرمایا ہے:

کان بصیرًا بالمغازی [5]

وہ مغازی کے صاحب نظر عالم تھے۔

ابن ندیم نے لکھا ہے،

عارف بالاحداث والسیر واحد المحدثین [6]

وہ تواریخ واحداث اور سیر ومغازی کے عارف اور محدث تھے۔

خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں یہاں تک لکھ دیا ہے:

وکان من اعلم الناس بالمغازی [7]

وہ مغازی کے سب سے بڑے عالم تھے۔

[1] الانساب المتفقہ ص ۷۷ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۱۶ [3] طبقات ابن سعد ج ۵، ص ۳۱۸۔

[4] المعارف ص ۲۲۰۔ [5] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۸۔ [6] الفہرست ابن ندیم ص ۱۳۷ [7] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۷

امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو صاحب المغازی اور العبر میں صاحب المغازی والاخبار لکھا ہے، خلیلی نے ان کی جامعیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

ابو معشر له مكان في العلم و	علم اور تاریخ میں ابومعشر کا خاص مقام ہے
التاريخ وتاريخه احتج به	اور ان کی کتاب المغازی کو ایمہ نے قابل حجت
الائمة ۱؎	اور مستند قرار دیا ہے۔

اسی طرح زہد و رقائق کے باب میں علماء نے ان کی مرویات کو خاص اہمیت دی ہے، اور ان کی روایت کی تلقین کی ہے۔

کتاب المغازی | مدینہ منورہ احادیث و آثار اور فقہ و فتویٰ کی طرح اخبار و احداث اور سیر و مغازی کے اہل درس اور اصحابِ تصانیف علمائے تابعین کا مرکز تھا، اور ابومعشر کے دور شباب میں ان حضرات کی ایک بڑی جماعت موجود تھی، ان میں عروہ بن زبیر بن عوام مدنی متوفی سنہ ۹۱ھ، ابان بن عثمان بن عفان مدنی متوفی سنہ ۱۰۵ھ، عاصم بن عمر بن قتادہ مدنی متوفی سنہ ۱۲۰ھ، شرحبیل بن سعد مدنی متوفی سنہ ۱۲۳ھ، محمد بن مسلم ابن شہاب زہری مدنی متوفی سنہ ۱۲۳ھ، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم مدنی متوفی سنہ ۱۳۵ھ، ولید بن کثیر مدنی متوفی سنہ ۱۵۱ھ، موسیٰ بن عقبہ مدنی متوفی سنہ ۱۴۱ھ، عبداللہ بن جعفر مدنی متوفی سنہ ۱۷۰ھ، محمد بن اسحاق مدنی متوفی سنہ ۱۵۱ھ وغیرہ اصحاب السیر والمغازی تھے، ان میں موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحٰق نے مغازی کے موضوع پر سب سے پہلے کتابیں تصنیف کیں، جو بعد میں اس موضوع کیلئے ماخذ ثابت ہوئیں، ان میں کئی حضرات ابومعشر کے شیوخ ہیں، اور تقریباً سبھی ان کے بزرگ معاصر ہیں، اور موسیٰ بن عقبہ سے اخذ و کسب کی تصریح کتابوں میں ہے، طبقۂ تابعین کے یہ علمائے سیر و مغازی عام طور سے ایک جگہ بیٹھ کر اس موضوع پر مذاکرہ کیا کرتے تھے، اور ابومعشر غور سے سنتے تھے، اس طرح ان کے پاس سیر و مغازی کا

۱؎ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۲۲

نہایت معتبر و منقح علم جمع ہو گیا تھا، جس کو بعد میں انھوں نے کتاب المغازی کے نام سے مرتب کیا۔

ایک مرتبہ اہل علم نے محمد بن ابومعشر سے دریافت کیا کہ آپ کے والد نے علم مغازی کیسے محفوظ کیا، تو انھوں نے بتایا :

كان التابعون يجلسون الى	علمائے تابعین ان کے استاذ کے پاس بیٹھ کر
استاذه فكانوا يتذاكرون	مغازی کے موضوع پر بحث و مذاکرہ کیا کرتے
المغازي، فحفظ ۱؎	تھے، اور ان کی باتوں کو انھوں نے یاد کر لیا۔

ہمارا خیال ہے کہ سیر و مغازی میں ابومعشر کے خصوصی استاد موسیٰ بن عقبہ مدنی ہیں جن کے پاس حضرات تابعین آکر اس موضوع پر بحث و مذاکرہ کیا کرتے تھے، امام مالک ابن اسحاقؒ کے سخت منکر تھے، اور ان کے مقابلہ میں موسیٰ بن عقبہ کی مغازی کے قائل، بلکہ مبلغ تھے، وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے تم مرد صالح موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی پڑھو، کیونکہ وہ اصح المغازی ہے، موسیٰ ثقہ آدمی ہیں، انھوں نے کبر سنی میں یہ علم حاصل کیا ہے، اور دوسروں کی طرح اکثار و اطناب سے کام نہیں لیا ہے، ان کی کتاب المغازی میں جن شرکائے بدر کا تذکرہ ہے، وہ واقعی اس میں شریک تھے، محمد بن طلحہ بن طویل کا قول ہے کہ مدینہ میں موسیٰ بن عقبہ سے بڑا کوئی مغازی کا عالم نہیں تھا ۲؎

موسیٰ بن عقبہ اور دوسرے اصحابِ مغازی کے ساتھ ابومعشر کے تلمذانہ اور معاصرانہ تعلقات تھے، اور ان ہی کی طرح وہ بھی اس فن کے مستند عالم مانے جاتے تھے، ایک ہی دور میں موسیٰ ابن عقبہ، محمد بن اسحاق اور ابومعشر اور ان کے تلمیذ قاضی علی بن مجاہد کابلی نے اپنی اپنی کتاب المغازی لکھی، ابن ندیم نے ابومعشر کی کتاب المغازی کا تذکرہ کیا ہے ۳؎ اسی کو خلیلی نے ان کی تاریخ کہا ہے، جس کو ایمۂ علم و فن نے حجت اور دلیل مانا ہے، ابومعشر سے ان کے تلامذہ نے کتاب المغازی کی سماعت و روایت کی ہے ان کے

۱؎ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۷ ۲؎ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۶۱ ۳؎ الفہرست ص ۱۳۶۔

صاحبزادے محمد بن ابومعشر نے بھی اس کی روایت کی ہے، خطیب نے لکھا ہے:

سمع من ابیه کتاب المغازی وغیره[1]	محمد بن ابومعشر نے اپنے والد سے کتاب المغازی وغیرہ کی روایت کی ہے۔

اور محمد بن ابومعشر سے ان کے صاحبزادے داؤد نے اس کی روایت کی، خطیب ہی نے لکھا ہے:

حدث عن ابیه عن ابی معشر کتاب المغازی[2]	داؤد نے اپنے باپ محمد سے، اور انھوں نے اپنے باپ ابومعشر سے ان کی کتاب المغازی کی روایت کی ہے۔

اور ان سے اس کی روایت قاضی احمد بن کامل نے کی، ابومعشر کے شاگرد علی بن مجاہد کابلی نے اپنے استاد کی کتاب المغازی کی ان سے روایت کر کے خود بھی کتاب المغازی لکھی۔

ابومعشر کی کتاب المغازی بھی ان کے استاد موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی کی طرح نہایت مستند و معتبر تھی، اور ائمہ حدیث اس کو حجت مانتے تھے، یہ کتاب کئی صدیوں تک اہل علم میں متداول رہی، سیر و مغازی اور رجال و طبقات کی کتابوں میں جستہ جستہ اس کی مرویات ملتی ہیں۔

ائمہ جرح و تعدیل کے آراء و اقوال

عام طور سے محدثین نے احادیث کی مسانید و جوامع مدون کرنے کے ساتھ تواریخ و اخبار، طبقات و رجال اور سیر و مغازی پر کتابیں لکھیں کیونکہ یہ علوم حدیث کے لیے ضروری ہیں، متقدمین و متاخرین میں شاید ہی کوئی مشہور محدث ہو جس نے تاریخ و طبقات میں کوئی کتاب نہ لکھی ہو، ان میں سے بہت سے اخبار و تواریخ میں کثرت تصانیف یا کثرت روایت کی وجہ سے اخباری کے نقب سے مشہور ہو گئے اور محدثین کے نزدیک ان کی شخصیت مختلف فیہ ہو گئی، مگر امام ابومعشر صاحب المغازی اور اخباری ہونے کے باوجود ائمہ حدیث و فقہ کے زمرہ ہی میں شمار کیے گئے، اور محدثین کے نزدیک ان کی روایات مستند و معتبر

[1] تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۷۔ [2] ایضاً ج ۸ ص ۳۷۶۔

مانی گئیں، البتہ دوسرے بہت سے ائمہ حدیث کی طرح جرح و تعدیل کے اصول پر ان کو بھی پرکھا گیا، اکثر ائمہ حدیث کے نزدیک ابومعشر صدوق و ثقہ اور کثیر الحدیث محدث ہیں اور بعضوں نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، کچھ علماء نے تفصیل سے کام لے کر کہا ہے کہ ابومعشر کی فلاں فلاں استاد کی مرویات ضعیف یا منکر ہیں، محتاط علمائے حدیث نے ان سے مسند احادیث کی روایت میں احتیاط کی ہے، کیونکہ وہ صاف اور صحیح طور سے سند بیان نہیں کر سکتے تھے، امام احمد بن حنبل نے ان کے متعلق کہا ہے:

کان صدوقاً لکنه لا یقیم الاسناد لیس بذلك[1]	وہ صدوق تھے، مگر اسناد کو صاف و صحیح طور پر بیان نہیں کرتے تھے۔

لیس بذلك کی اصطلاح ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک جرح کے پانچویں درجے پر ہے اور اس کے باوجود حدیث مقبول ہوتی ہے[2]

ابوحاتم رازی کہتے ہیں کہ میں پہلے ابومعشر کی حدیث سے گھبراتا تھا، مگر جب میں نے دیکھا کہ امام احمد ابن حنبلؒ ایک واسطہ سے ان سے روایت کرتے ہیں تو میں نے بھی ان کی حدیث کی کتابت و روایت میں توسع سے کام لینا شروع کر دیا[3] اثرم نے امام احمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

حدیثه عندی مضطرب لا یقیم الاسناد، ولکن اکتب عنه حدیثه اعتبر به[4]	ان کی حدیث میرے نزدیک مضطرب ہے، وہ اسناد کو ٹھیک طور سے بیان نہیں کرتے ہیں، پھر بھی میں ان کی حدیث کو لیتا ہوں اور ان کا اعتبار کرتا ہوں۔

محدثین کے نزدیک مضطرب وہ حدیث ہے جس کو کوئی راوی بیان کرے اور اسی کو دوسرا راوی

[1] کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ قسم ۱ ص ۴۹۴ [2] جواہر الاصول ص ۶۱ بیروت [3] کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ قسم ۱ ص ۴۹۴ [4] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۰۔

اس کے خلاف بیان کرے، امام الجرح والتعدیل عبدالرحمٰن بن مہدی ابو معشر کے شاگرد رشید ہیں، ان کا قول اپنے استاد کے بارے میں یہ ہے:

کان ابو معشر یعرف وینکر[1]	ابو معشر معروف اور منکر دونوں قسم کی حدیث روایت کرتے تھے۔

منکر وہ حدیث ہے جس کو غیر ثقہ راوی بیان کرے۔

ان کے تلمیذ امام عبدالرزاق صنعانی نے کہا ہے:

اکثر الناس ضعف ابا معشر و	اکثر علماء نے ابو معشر کو ضعیف کہا ہے، ان کے ضعف کے
مع ضعفہ یکتب حدیثہ[2]	باوجود ان کی حدیث روایت کی جائے گی۔

ابن عدی نے لکھا ہے:

حدث عنہ الثقات، ومع	ان سے ثقات نے روایت کی ہے، ان کے ضعیف ہونے
ضعفہ یکتب حدیثہ[2]	کے باوجود ان کی حدیث روایت کی جائے گی،

ایک اور مشہور تلمیذ ابو نعیم فضل بن دکین کا قول ہے:

ھو صالح لین الحدیث صدوق[2]	وہ صالح، لین الحدیث اور صادق ہیں۔

امام ابو حاتم اور امام ابو زرعہ دونوں نے ابو معشر کو صدوق کہا ہے، ابو زرعہ نے صدوق فی الحدیث کے ساتھ لیس بالقوی بھی کہا ہے، الغرض عام محدثین کے نزدیک ابو معشر صدوق، ثقہ اور صالح ہیں، ساتھ ہی ان کو لین الحدیث، لا یقیم الاسناد اور ضعیف بھی کہا گیا ہے۔

امام بخاریؒ نے ابو معشر کو منکر الحدیث اور ابن سعد نے کثیر الحدیث ضعیفاً کہا ہے، یحییٰ بن سعید ان سے روایت نہیں کرتے تھے، ان کی تضعیف کرتے تھے، اور ان کا تذکرہ کرکے ہنسا کرتے تھے، ابو داؤد

[1] کتاب الجرح والتعدیل [2] میزان الاعتدال ج ۳، ص ۲۲۹، ۳۰۰، تہذیب التہذیب ج ۱۰، ص ۴۲۱

اور نسائی نے ضعیف کہا ہے، امام یحییٰ ابن معین سے ان کے بارے میں کئی طرح سے اقوال منقول ہیں:

(۱) لیس بقوی فی الحدیث (۲) ضعیف، اسنادہ لیس بشیئ یکتب رقاق حدیثہ (۳) لیس بشیئ ابو معشر ریح (۴) ضعیف یکتب من حدیثہ الرقاق وکان امیاً یتقی من حدیثہ المسند، یعنی ابو معشر ضعیف ہیں، البتہ ان سے زہد و رقاق کی حدیث روایت کی جائے گی، وہ امی تھے، ان کی مسند حدیث سے بچنا چاہیے، ساجی نے بھی کہا ہے کہ ابو معشر منکر الحدیث، امی صدوق تھے، البتہ وہ غلطی نہیں کرتے تھے[1]۔ حافظ حدیث، فقیہ اور کتاب المغازی کے مصنف کو امی، ان پڑھ کے معنی میں کہنا عقل و نقل کے خلاف ہے، زبان میں لکنت اور ضعف حفظ کی وجہ سے احادیث کی سند صحیح اور مستقیم طور سے ادا نہ کرنے سے امی نہیں کہا جا سکتا، امام ابن معین کی طرف اس قول کی نسبت میں بھی شبہ ہے۔

اس سے بڑھ کر ابو معشر کے ایک معاصر نے ان کو تمام زمین اور آسمان والوں سے زیادہ جھوٹا کہا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قائل کو گمنام کر دیا اور ابو معشر کو عزت و رفعت بخشی، یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابو جزء نصر بن طریف کو کہتے ہوئے سنا:

ابو معشر اکذب من فی السماء	ابو معشر تمام زمین اور آسمان والوں سے زیادہ
ومن فی الارض، قال فقلت	جھوٹے ہیں، میں نے دل میں سوچا کہ زمین کے
فی نفسی ھذا علمک بالارض	بارے میں تمہارا یہ علم ہے، آسمان کے بارے
فکیف علمک بالسماء قال یزید فوضع	میں تم کو کیسے معلوم ہوا؟ انجام یہ ہوا کہ اللہ
اللہ اباجزء ورفع ابا معشر[2]	تعالیٰ نے ابو جزء کو گرا دیا، اور ابو معشر کو اٹھا دیا۔

ابن ابی حاتم نے یزید بن ہارون کا تاثر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

[1] تاریخ کبیر، کتاب الجرح والتعدیل، تہذیب التہذیب، تاریخ بغداد، میزان الاعتدال وغیرہ ملاحظہ ہو۔ [2] تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۴۲۹، تہذیب التہذیب ج ۱۰، ص ۴۲۰۔

ثبت حدیث ابی معشر و ذھب حدیث ابی جزء[1]

ابو معشر کی حدیث باقی رہی اور ابو جزء کی حدیث فنا ہوگئی۔

ابو معشر کے متعلق ابو جزء نے یہ بات بغداد میں ان کی مقبولیت و مرجعیت اور دربار خلافت سے وابستگی کو دیکھ کر کہی ہوگی، جس کا وبال ان پر پڑا۔

علماء نے ابو معشر کے بارے میں ان کی مرویات کا تجزیہ کرکے بتایا ہے کہ ان کے فلاں استاذ کی مرویات معتبر و صالح ہیں، اور فلاں استاد کی مرویات منکر ہیں، امام احمدؒ کا قول ہے کہ ابو معشر کی ان احادیث کی روایت کی جائے گی جو انھوں نے محمد بن کعب سے تفسیر میں بیان کی ہیں، علی بن مدینی کا قول ہے کہ ابو معشر محمد بن قیس اور محمد بن کعب سے احادیث صالحہ کی اور نافع اور سعید مقبری سے منکر احادیث کی روایت کرتے تھے، عمرو بن علی الفلاس نے اسی میں ہشام بن عروہ اور محمد بن منکدر سے ان کی روایات کو بھی شامل کیا ہے۔

ابو نعیم نے کہا ہے کہ انھوں نے نافع، محمد بن منکدر، ہشام بن عروہ، اور محمد بن عمرو سے موضوعات کی روایت کی ہے، ابو معشر کی طرف موضوع احادیث کی نسبت ان کے ساتھ سخت ناانصافی ہے، کسی دوسرے نے یہ بات نہیں کہی ہے، اسی لیے حافظ ابن حجرؒ نے ان کا یہ قول نقل کرکے لکھا ہے:

قلت افحش فیہ القول فلم یصب وصفہ[2]

ابو نعیم نے ابو معشر کے بارے میں بڑی سخت بات کہی ہے، وہ ان کی شناخت نہ کرسکے۔

خلیلی نے کہا ہے کہ ابو معشر کچھ احادیث میں منفرد تھے اور امام شافعیؒ ان سے روایت کرنے سے رکتے تھے۔

محمد بن ابو معشر سندی بغدادی امام ابو معشر مدینہ میں متاہل زندگی بسر کرتے تھے اور یہاں ان کا خاندان

[1] کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ ق ۱ ص ۴۹۴ [2] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲۲۔

رہتا تھا، اولاد و احفاد میں دینی و علمی ذوق تھا، ان کے صاحبزادے ابو عبدالملک محمد بن ابی معشر اجلہ محدثین سے ہیں، اپنے والد کے علوم کے وارث اور خاتمۃ الاصحاب اور ان کی کتاب المغازی کے راوی ہیں۔

ان کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۴۵ھ کے حدود میں ہوئی، بارہ تیرہ سال کی عمر تک مدینہ منورہ میں رہے، پھر والد کے ساتھ بغداد چلے آئے، فقیہ مدینہ حضرت ابن ابی ذئب (ابو الحارث محمد بن عبد الرحمن بن مغیرہ بن حارث بن ابی ذئب ہشام بن شعبہ قرشی) مدنی متوفی ۱۵۹ھ اور امام ابوبکر ہذلی (سلمی اخباری بصری) متوفی ۱۶۷ھ کی زیارت کی تھی، اپنے والد سے تعلیم حاصل کی، ان سے کتاب المغازی کی روایت کرکے ان کے خاتمۃ الاصحاب ہوئے، یعنی وہ اپنے والد ابو معشر کے آخری شاگرد ہیں، ان کے علاوہ ابو عبد الرحمن نضر بن منصور عنزی کوفی اور ابو نوح انصاری سے روایت کی، اور ان سے ان کے دونوں صاحبزادوں داؤد اور حسین کے علاوہ ابو حاتم رازی، محمد بن لیث جوہری، ابو یعلیٰ موصلی، احمد بن علی بن مثنیٰ، امام ترمذی، ابن ابی الدنیا، محمد بن جریر الطبری، ابوبکر بن مجذر، ابو حامد حضرمی، اور دوسرے محدثین نے روایت کی۔

محمد بن ابو معشر ائمہ حدیث کے نزدیک صدوق و ثقہ ہیں، ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، ابو یعلیٰ نے ثقہ کہا ہے، ابن ابی حاتم رازی نے محلہ الصدق بتایا ہے۔ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے:

شیخ الترمذی صدوق وثقہ ابو یعلی واشار ابن معین الی لین فیہ۔

وہ امام ترمذی کے استاذ اور ثقہ ہیں ابو یعلیٰ نے ان کو ثقہ کہا ہے، اور ابن معین نے ان میں لین اور نرمی کا اشارہ کیا ہے۔

ابن معین کے اس اشارہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حسین بن حبان نے یحییٰ بن معین سے محمد بن ابو معشر کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ محمد بن ابو معشر ہمارے شہر مصیصہ میں ایک مسجد کی بنیاد رکھنے کے موقع پر آئے، میں نے حجاج بن محمد الاعور سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے

تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی، پھر کہا کہ میں اس سلسلہ میں کچھ کہنا پسند نہیں کرتا ہوں، اگر آپ کے سوال کا جواب دینا ضروری ہے، محمد بن ابو معشر ایک مرتبہ میرے یہاں (بغداد میں) آئے اور مجھ سے ایک کتاب طلب کی، جسے میں نے ان کے والد ابو معشر سے پڑھا تھا، انھوں نے یہ مجھ سے لے کر لکھ لی اور مجھ سے اس کا سماع نہیں کیا،

ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ابو الحسین بن قطان نے محمد بن ابو معشر کو غیر معروف لوگوں میں شمار کیا ہے (وعدّہٗ ابو الحسین بن القطان فی من لا یُعرف) یہ ان کا قصور ہے، اس سے تم کو دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، ابو الحسین بن قطان نے مشاہیر کی ایک جماعت کو بھی غیر معروف بتایا ہے، اور ان کی اقتدا میں ابو محمد بن حزمؒ نے بھی ایسا ہی کیا ہے، اگر یہ دونوں ایسے لوگوں کو لا یُعرف کے بجائے لا نعرفہ (ہم ان کو نہیں جانتے) کہتے تو بہتر ہوتا، البتہ محمد بن ابو معشر نجیح کے نام سے ایک اور عالم ہیں، جن کا تذکرہ ابن عدی نے کرکے لیس بمعروف لکھا ہے۔

محمد بن ابی معشر کو خلیفہ مہدی ان کے والد کے ساتھ بغداد لایا، جہاں انھوں نے مستقل سکونت اختیار کرکے متاہل زندگی بسر کی، ان کے دو صاحبزادوں داؤد اور حسین نے بتایا ہے کہ ان کے والد سنہ ۲۴۷ھ میں بغداد میں فوت ہوئے، اس وقت ان کی عمر ننانوے ۹۹ سال آٹھ دن کی تھی اور ابن قانع نے کہا ہے کہ وہ سنہ ۲۴۴ھ میں فوت ہوئے[1]

امام ترمذیؒ نے باب ماجاء انّ ما بین المشرق والمغرب قبلۃ میں ان سے یہ روایت کی ہے

حدثنا محمد بن ابی معشر، نا ابی	... ...
عن محمد بن عمرو، عن ابی سلمۃ	... ...
عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللّٰه	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
صلی اللّٰه علیه وسلم ما بین	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

[1] تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲۶، کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ ق ۱، ص ۱۱۰، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۴۳، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۸۲

المشرق والمغرب قبلۃ[1]	مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔

اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اپنی سند سے ان سے یہ روایت کی ہے:

محمد بن اللیث الجوهری قال	... ...
حدثنا محمد بن ابی معشر المدنی	... ...
حدثنا ابی، عن نافع، عن ابن عمر	حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے
قال، قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه	کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
وسلم کل مسکر خمر وما اسکر	ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور جس چیز کی زیادہ مقدار
کثیرہ فقلیله حرام[2]	نشہ پیدا کرے اس کی کم مقدار بھی حرام ہے

حسین بن محمد بن ابو معشر معشری بغدادی | محمد بن ابی معشر کے دو لڑکوں کا حال کتابوں میں ملتا ہے، حسین اور داود، ابوبکر حسین بن محمد ابو معشر سندی بغدادی معشری کی نسبت سے مشہور ہیں، بغداد کے محلہ شارع باب خراسان میں رہتے تھے، انھوں نے اپنے والد محمد بن ابی معشر، اپنے دادا کے شاگرد وکیع بن جراح اور محمد بن ربیعہ سے حدیث کی روایت کی، اور ان سے محمد بن احمد حکیمی، اسمٰعیل بن محمد الصفار، علی بن اسحاق مادرانی، عثمان بن احمد دقاق اور ابو عمرو بن سماک نے روایت کی، امام وکیع سے خصوصی تلمذ و تعلق کی وجہ سے "صاحب وکیع" مشہور تھے، عبد الباقی بن قانع کا قول ہے کہ ابن ابی معشر صاحب وکیع ضعیف ہیں، علی بن المناوی نے کہا ہے کہ ابو معشر مدنی کی اولاد میں معشری شارع باب خراسان میں رہتے تھے، انھوں نے امام وکیع سے حدیث کی روایت کی ہے، وہ ثقہ نہیں تھے اس لیے لوگوں نے ان سے روایت ترک کردی، دوشنبہ ۹ رجب سنہ ۲۷۰ھ میں انتقال کیا، اسی دن ابو عوف بزوری بھی فوت ہوئے تھے۔

[1] بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۰۹، [2] تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۲۷۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند سے ان سے یہ روایت کی ہے:

حدثنا محمد بن احمد بن ... ...
ابراهیم الحکیمی حدثنا ابوبکر ... ...
الحسین بن محمد بن ابی معشر ... ...
انبانا وکیع بن الجراح عن ... ...
عیینة بن عبد الرحمن بن جوشن — حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
عن ابیہ عن بریدة قال قال رسول — صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ دین کے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم — بارے میں درمیانی روش اختیار کرو، کیونکہ
هدیا قاصداً فانہ من یشاد — جو شخص دین سے مقابلہ کرتا ہے، اس کو
هذا الدین یغلبہ۔ — دین مغلوب کر دیتا ہے۔

نیز خطیب نے ان کے دو شاگردوں اسماعیل بن محمد الصفار اور عثمان بن احمد الدقاق سے یہ اثر نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکر حسین بن ابی معشر ... ...
حدثنا وکیع عن هشام الدستوائی ... ...
عن قتادة عن الحسن عن قیس ... ...
بن عباد قال کان اصحاب رسول — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرهون — جنازہ، قتال اور ذکر کے موقع پر آواز
رفع الصوت عند الجنائز و — بلند کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔
عند القتال وعند الذکر[1] ...

[1] تاریخ بغداد ج ۸، ص ۹۱

داؤد بن محمد بن ابی معشر بغدادی | ابوسلیمان داؤد بن محمد بن ابی معشر نجیح بن عبد الرحمن نے اپنے والد سے دادا ابو معشر کی کتاب المغازی کی روایت کی ہے، اور ان سے اس کی روایت قاضی احمد بن کامل نے کی ہے[1]

ابو معشر کی مسند احادیث | محدثین کی اصطلاح میں مسند ایسی حدیث ہے جس کی سند اس کے پہلے راوی سے آخری راوی تک متصل ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سلسلہ مل جائے، ابو معشر کے بارے میں کئی علمائے حدیث کا قول ہے کہ وہ اپنی مرویات و احادیث کی سند صحیح طور سے بیان نہیں کرتے ہیں، اس لیے ان کی مسند روایات محل نظر ہیں، ان کی چند مروی احادیث و آثار درج کی جاتی ہیں، دو حدیثیں جامع ترمذی میں، ایک سنن ابو داؤد میں اور باقی دوسری کتابوں میں ہیں۔

(۱) سنن ترمذی باب ما جاء ان ما بین المشرق والمغرب قبلة میں ہے:

حدثنا محمد بن ابی معشر نا ابی ... ...
عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة ... ...
عن ابی هریرة قال قال رسول — حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بین — صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مشرق اور مغرب
المشرق والمغرب قبلة — کے درمیان قبلہ ہے۔

(۲) اور دوسری حدیث باب ما جاء فی حث النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الهدیة میں ہے:

حدثنا ازهر بن مروان البصری ... ...
نا محمد بن سواء، نا ابو معشر ... ...

[1] تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۷۶

عن سعید عن ابی هریرة عن النبی	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی الله علیه وسلم قال تهادوا فانّ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ آپس میں
الهدیة تذهب وحر الصدر ولا	ہدیہ لیا دیا کرو، کیونکہ ہدیہ دل کا غبار ختم
تحقرن جارة لجارتها ولو شق	کر دیتا ہے اور ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کیلئے
فرسن من شاة.	اگرچہ بکری کی کھر کا ہدیہ ہو، حقیر نہ جانے۔

اس پر امام ترمذیؒ نے لکھا ہے:

هذا حدیث غریب من هذا الوجه	یہ حدیث اس سلسلۂ سند سے غریب ہے۔

غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک عادل ضابط راوی بیان کرے، اور اس کی حدیث اسی سے روایت کی جاتی ہو۔

اس حدیث کی تخریج امام احمدؒ نے بھی کی ہے[1]

میزان الاعتدال میں اسی سند سے یہ حدیث ہے، مگر اس میں "وحر" کے بجائے "وغر" ہے، اور "فرسن شاة" ہے۔

(۳) سنن ابی داؤد "باب اکل اللحم" میں یہ حدیث ہے:

حدثنا سعید بن منصور نا ابومعشر	... ...
عن هشام بن عروة عن ابیه عن	حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
عائشة قالت قال رسول الله صلی الله	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھانا کھاتے
علیه وسلم لا تقطعوا اللحم بالسکین	وقت گوشت کو چاقو چھری سے نہ کاٹو، کیونکہ
فانه من صنیع الاعاجم و انهسوه	یہ اہل عجم کا طریقہ ہے، بلکہ اس کو منہ سے

[1] تحفة الاحوذی ج ۳ ص ۱۹۳۔

فانه اهنأ و امرأ.	نوچو یہ زیادہ مزیدار اور لذت دار ہے۔

امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں اس حدیث کا ابتدائی حصہ نقل کر کے اس کو ابومعشر کے منکرات میں شمار کیا ہے[1] میزان الاعتدال میں ہے:

(۴) عبدالرزاق عن ابی معشر	... ...
عن ابن المنکدر عن جابر مرفوعًا	حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
انّ الله لیدخل بالحجة الواحدة	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ
ثلاثة الجنة المیّت والحاج	ایک حج کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل
عنه والمنفذ ذلك.	کرتا ہے، میت کو اور اس کی طرف سے حج کرنے والے کو

۱۲/۱۲/۱۳ [illegible]

میزان الاعتدال ہی میں اس سے پہلے اس حدیث کا ابتدائی ٹکڑا یوں ہے:

وقد روی عبدالرزاق من طریقه	... ...
حدیث جابر ان النبی صلی الله علیه	... ...
وسلم قال یدخل الله بالحجة	اللہ تعالیٰ ایک حج سے تین آدمیوں کو
الواحدة ثلاثة الجنة.[2]	جنت میں داخل کرتا ہے۔

اس کے بعد ہی امام عبدالرزاق کا یہ قول ہے: اکثر الناس ضعّف ابا معشر و مع ضعفه یکتب حدیثه۔ مطبوعہ مصنّف عبدالرزاق کے ابواب الحج میں یہ حدیث مجھ کو نظر نہیں آئی۔[3]

(۵) میزان الاعتدال میں سعید بن منصور کے حوالہ سے ہے کہ امام ابومعشر نے امام اعمش کے سامنے یہ حدیث بیان کی:

(ابومعشر) حدثنی نافع، عن	ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۲۹۔ [2] ایضاً [3] معارف میزان الاعتدال میں دوسری روایت عبدالحق سے منقول ہے،

ابن عمرانّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	فرمایا ہے کہ جس چیز کا زیادہ حصہ نشہ پیدا کرے
قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وحدثنی	اس کا کم حصہ بھی حرام ہے۔
موسیٰ بن عقبۃ عن سالم عن ابیہ مرفوعًا	
مثلہ؛ [1]	

خطیب نے تاریخ بغداد میں اس حدیث کو ان ہی الفاظ کے ساتھ محمد ابن ابومعشر کے ذکر میں محمد بن لیث جوہری کی روایت سے بیان کیا ہے۔ سنن سعید بن منصور کا مطبوعہ حصہ کتاب الفرائض، کتاب الوصایا اور کتاب الطلاق پر مشتمل ہے، اور یہ حدیث کتاب الاشربہ کی ہے جو اب تک غیر مطبوعہ ہے، اور المنتقیٰ لابن الجارود میں یہ حدیث محمد بن منکدر سے یوں مروی ہے:

عن داؤد بن بکر بن الفرات، عن محمد	... ...
بن المنکدر عن جابر بن عبد اللہ	جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ
رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ	کہ جس چیز کا زیادہ حصہ نشہ پیدا کرے
فقلیلہ حرام [2]	اس کا کم حصہ بھی حرام ہے۔

(۶) میزان الاعتدال میں ہے:

محمد بن بکار، حدثنا ابومعشر، عن	... ...
المقبری، عن ابی ھریرۃ مرفوعًا،	ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
دعوۃ المظلوم مستجابۃ وان کان	علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مظلوم کی دعا مقبول ہے،
فاجرًا فجورہ علی نفسہ۔	اگرچہ وہ فاسق وفاجر ہو، اس کے فسق وفجور کا وبال اس کے اوپر ہے۔

[1] میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۲۹ ۔ [2] منتقی ابن جارود ص ۲۹۱ ۔

امام ذہبیؒ نے اس حدیث کے بعد لکھا ہے:

ھذا حدیث رواہ سفیان الثوری	سفیان ثوری نے ابومعشر سے متقدم ہونے
مع تقدمہ علی ابی معشر [1]	کے باوجود ان سے اس کی روایت کی ہے۔

(۷) میزان الاعتدال میں ہے:

ابوالربیع الزھرانی، حدثنا ابومعشر	... ...
نجیح، عن سعید بن ابی سعید، عن	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
ابی ھریرۃ مرفوعًا، لاتقوم الساعۃ	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت
حتی تعبد اللات والعزیٰ قال	قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ لات وعزیٰ کی
ابوھریرۃ وکانی انظر الی نساء دوس	عبادت کی جائے گی۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ گویا
یصطففن بالیاتھن علی صنم یقال	میں قبیلۂ دوس کی عورتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ
لہ ذوالخلیصۃ [2]	وہ ذوالخلیصہ نامی بت پر جمع ہیں۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ جمع الفوائد میں یوں آئی ہے:

ابوھریرۃ رفعہ: لاتقوم الساعۃ	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
حتی تضطرب الیات نساء دوس	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت قائم
علی ذی الخلیصۃ وذوالخلیصۃ طاغیۃ دوس	نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوس کی عورتیں
التی کانوا یعبدون فی الجاھلیۃ [3]	ذوالخلیصہ سے لپٹیں گی، ذوالخلیصہ قبیلۂ دوس کا بت تھا جس کی وہ زمانۂ جاہلیت میں عبادت کرتے تھے۔

(۸) میزان الاعتدال میں ہے:

[1] میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۲۹ [2] ایضاً [3] جمع الفوائد ج ۲ ص ۶۲۹ ۔

محمد بن ابی معشر، حدثنا ابی	... ...
عن المقبری، عن ابی ھریرۃ مرفوعًا	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
لا تقولوا رمضان، فان رمضان	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان نہ کہو،
اسم من اسماء اللہ، ولکن قولوا	کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کا نام ہے، بلکہ شہر
شھر رمضان۔	(ماہ) رمضان کہو۔

ذہبیؒ نے اس کو ابومعشر کی منکر احادیث میں شمار کیا ہے[1]

(۹) ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی نے تاریخ جرجان میں امام ابوبکر اسماعیلی کے ذکر میں ان کی سند سے ابومعشر کی یہ حدیث بیان کی ہے:

..... حدثنا بشر بن الولید	... ...
الکندی، حدثنا ابومعشر المدنی،	... ...
عن نافع، عن ابن عمر، قال قال	ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص
من جاء منکم الی الجمعۃ فلیغتسل[2]	نماز جمعہ کو جائے وہ غسل کرلے۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کتاب الزہد والرقائق کے 'باب ذکر رحمۃ اللہ تبارک وتعالیٰ وجل وعلا' میں ابومعشر سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک اثر اور اس کے ضمن میں محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان کی ہے:

اخبرکم ابوعمر بن حیویۃ، قال	....
حدثنا الحسین، قال اخبرنا	....

[1] میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۲۹ [2] تاریخ جرجان ص ۱۶۰۔

عبداللہ قال اخبرنا ابومعشر	....
المدنی قال حدثنی محمد بن کعب	محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ مجھ سے حضرت
القرظی قال حدثنی عبداللہ بن	عثمانؓ کے غلام عبداللہ بن دارہ نے حمران
دارۃ مولی عثمان بن عفان، عن	مولیٰ عثمان سے روایت کی ہے کہ حضرت
حمران مولی عثمان بن عفان قال	عثمانؓ نے مٹی کے برتن میں پانی طلب کرکے
مرت علی عثمان فخارۃ من ماء	اچھی طرح وضو کیا، پھر کہا کہ اگر میں نے اس
فدعا بہ فتوضأ فاسبغ وضوءہ ثم	حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ثم قال لولم اسمعہ من رسول اللہ	ایک یا دو یا تین بار سنا ہوتا تو تم سے بیان
صلی اللہ علیہ وسلم الا مرۃ او	نہیں کرتا، مگر بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مرتین او ثلاثا ما حدثتکم بہ	کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بندہ پوری طرح
انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ	وضو کرکے نماز پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ
وسلم یقول ما توضأ عبد فاسبغ	اس نماز اور دوسری نماز کے درمیانی
الوضوء ثم قام الی الصلوۃ الا	گناہ کو بخش دیتا ہے۔
غفرلہ ما بینہ وبین الاخری۔	
قال محمد بن کعب وکنت	محمد بن کعبؒ نے کہا کہ جب میں رسول اللہ
اذا سمعت حدیثا عن رجل من	صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے کوئی حدیث
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم	سنتا ہوں تو اس کا مطلب قرآن میں تلاش
التمستہ فی القرآن فالتمست	کرتا ہوں چنانچہ میں نے اس حدیث کے
ھذا فوجدت انا فتحنا لک	بارے میں تلاش کیا تو سورۂ فتح کی یہ آیت پائی

فتحا مبينا ليغفر لك الله
ما تقدم من ذنبك وما تأخر
ويتم نعمته فعلمت ان الله لم
يتم عليه النعمة حتى غفر له ذنوبه
ثم قرأت الآية التي في سورة
المائدة "إذا قمتم إلى الصلوة
فاغسلوا وجوهكم وأيديكم
إلى المرافق" حتى بلغ "ولكن
يريد ليطهركم وليتم نعمته
عليكم" فعرفت ان الله لم يتم
عليهم النعمة حتى غفر لهم[1]

إنا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك
الله ما تقدم من ذنبك وما
تأخر ويتم نعمته" اس سے مجھے معلوم
ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذنوب کی مغفرت
کر کے آپ پر اتمام نعمت فرمایا، پھر میں نے
سورۂ مائدہ کی یہ آیت پڑھی "إذا قمتم
إلى الصلوة فاغسلوا وجوهكم
وأيديكم إلى المرافق (الی) ولكن
يريد ليطهركم وليتم نعمته عليكم"
تو مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں
کی مغفرت کر کے ان پر اتمام نعمت کیا ہے۔

(۱۱) میزان الاعتدال میں ہے:

ابو معشر عن الحويرث قال
مكث موسى بعد ان كلمه الله
اربعين يوما لا يراه احد الا
مات رواه الحاكم في مستدركه

ابو معشر نے حویرث بن ذباب مدنی سے روایت
کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت موسیٰؑ سے
اللہ تعالیٰ کے ہمکلام ہونے کے بعد چالیس
دن تک جو شخص ان کو دیکھتا تھا وہ مر جاتا تھا،
ابو عبداللہ حاکم نے مستدرک میں اس کی روایت کی ہے

امام ذہبیؒ نے اس روایت کو بھی ابو معشر کے منکرات میں شمار کیا ہے[2]

---

[1] کتاب الزہد والرقائق لابن المبارک ص ۳۱۶ ۔ [2] میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۲۹